ابتدائی دور کے کلام میں مجاز کا عنصر غالب ہے۔ عشق و محبت کی واردات کی اتنی صحیح اور پرتاثیر تصویر کھینچی ہے کہ قارئین بے ساختہ داد دیتے ہیں۔ محبوب کی ادائی حجاب کے متعلق رقم طراز ہیں۔

شرم می آید ز قاصد طفل مجبوب مرا		بر سر راهش ببندد از ید مکتوب مرا

شب وصل کی کیفیت کا اس انداز میں نقشہ کھینچا ہے:

شماری تا سحر دستم بہ زلفی در همی دارد		بر سر راهش ببندد از ید مکتوب مرا

شب وصل کی کیفیت کا اس انداز میں نقشہ کھینچا ہے:

شماری تا سحر دستم بزلف درهمی دارد		گریبانم گریبانست در دامن دامن ست امشب

اور پھر شب وصل کی صبح کا کیا رنگ ہے:

سحر گہ خستہ و رنجور از خلوت بردن آیم		چو پروانہ کہ برآید ز محفل آخر شبہا

محبوب کی کڑوی بات بھی عاشق کے کان میں شربت کے گھونٹ کی طرح اتر جاتی ہے نظیری کہتے ہیں:

تو حرف تلخ فروشی و من شکر نوشم		کہ چاشنی ہزار آشتی ست جنگ ترا

نظیری کی غزل سرائی کی سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ذہنی اور تعلیمی احساسات کو مادی زندگی کی تمثیلات سے واضح کرتے ہیں محبوب کی رقیب نوازی کو بیان کرتے ہیں:

نشست پہلوی من و ز رقیب جام گرفت		گل تلافی من رنگ انتقام گرفت

عاشق کی بے قراری اور اضطراب کو بیان کرنے کے لئے ایک انوکھی تمثیل کا سہارا لیا ہے:

تمنا لیش جو گرد دگرد خاطر مضطرب گردم		چو محتاجی کہ گرد در سرایش میہمان پیدا

آخری دور کے کلام میں حقیقت کا رنگ غالب ہے۔ اپنے جذبۂ عشق صادق پر بجا طور پر ناز کرتے ہیں:

عشق بازیم بہ معشوق مزاجی انداخت		کز نیازیم کہ با اوست بخود نازی ہست

جب سالک راہ طریقت عرفان کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو وہ کتابی علم سے بے نیاز ہو جاتا ہے:

کتاب ہفت ملت گر بخواند آدمی عامی ست   نخواند تا ز جز و آشنائی داستانی را

نظیری گنتی کے ان چند شاعروں میں سے ہیں جنھیں اپنی زندگی میں بھی شہرت اور حسن قبول حاصل ہوا اور بعد میں بھی ارباب ذوق نے ان کے کلام کو سر آنکھوں پر رکھا۔ ان کے معاصرین نے غزل گوئی میں ان کی فضیلت تسلیم کی۔

صائب اصفہانی کی رائے ہے:

صائب چہ خیال است شوی ہمچو نظیری   عرفی بہ نظیری نرساند سخن را

موجودہ دور میں اقبال نے اس شعر میں نظیری کو خراجِ تحسین ادا کیا ہے:

ہر آنکہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست   بملکِ جم ندہم مصرعِ نظیری را

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

ضروری اعلان

"برہان" کا یہ شمارہ جو آپ کے ہاتھ میں ہے، ماہ جون و جولائی سنہ ۱۹۹۳ء کا مشترکہ شائع کیا جا رہا ہے۔ پچھلے دنوں قبلہ آبا جان مفکر ملت حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ کے خصوصی معتقدین حضرت مولانا غلام محمد نورگت اور حضرت مفتی شوکت علی فہمیؒ صاحب کے اچانک انتقال سے دل و دماغ کو جو غم اور دھچکا لگا اس سے ادارہ کے کام میں کچھ تعطل پیدا ہونا قدرتی بات تھی۔ جس کی وجہ سے رسالہ برہان بروقت کتابت و طباعت کے لئے نہ بھیجا جاسکا۔ امید ہے کہ قارئین ادارہ کی مذکورہ بالا مجبوری کو اچھی طرح سمجھیں گے۔

(ادارہ)

عہد مغلیہ یورپی سیاحوں کی نظر میں (آخری قسط)

(۱۵۸۰ - ۱۶۲۷ء)

ڈاکٹر محمد عمر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اس بادشاہ کو شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ اسکی تفریح طبع کے لئے شکار کھیلنے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس منظر سے امراء اور عوام دونوں محظوظ ہوتے تھے۔ حالانکہ تفریحی مشاغل کے موقعوں پر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ امور سلطنت کی طرف سے بالکل غافل ہوگیا ہو لیکن حکومت کی ذمہ داریوں کا اسے ہمیشہ احساس رہتا تھا۔

اکبر کی ناخواندگی کے بارے میں فادر رقمطراز ہے:

"ہر ایک سوال کے بارے میں وہ اپنی رائے کا اتنی فراست اور دقیقہ رسی کا اظہار کرتا تھا کہ ہر وہ شخص جسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ خواندہ نہیں ہے، وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ ایک عالم اور فاضل شخص تھا۔ فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے وہ اپنے متبحر عالم ملازمین پر فضیلت رکھتا تھا۔ جب کبھی بادشاہ اپنے محل سے باہر جاتا تھا تو اس کے ارد گرد امراء ہوا کرتے تھے اور پیدل چلتے تھے جب تک انھیں گھوڑوں پر سوار ہونے کی اجازت نہ دیدی جاتی تھی۔ ان کے علاوہ فوجی دستے بھی ہمراہ ہوتے تھے۔"

بادشاہ کا لباس | بادشاہ ریشمی کپڑے پہنا کرتا تھا جن پر بڑی خوبصورت سنہری کشیدہ کاری ہوتی تھی۔ وہ سونے کے زیورات اور ہیرے جواہرات پہنا کرتا تھا اس کا فوجی لبادہ لمبائی میں اس کے گھٹنوں تک نیچے گرا ہوتا تھا۔ اور اس کے جوتے ٹخنوں تک ہوتے تھے۔ وہ بذات خود ان جوتوں کے نمونے بناتا اور انکی تراش و خراش خود ہی تجویز کرتا تھا۔ جب کبھی وہ محل سے باہر آتا تو وہ پوری طرح مسلح ہوتا۔ یورپی تلواریں اور خنجر رکھنے کا اُسے بڑا شوق تھا۔ خلوت میں کبھی کبھی وہ پرتگالی لباس پہنا کرتا تھا۔

اشیائے خوردنی :

اس کا دسترخوان بہت پُرتکلف ہوتا تھا۔ اکثر اس میں چالیس قسموں کے کھانے چُنے جاتے تھے۔ طعام خانے میں ان کھانوں کو سوتی کپڑوں میں لپیٹ اور ڈھک کر لایا جاتا تھا۔ ان کو باندھ دیا جاتا تھا اور باورچی ان پر مہر ثبت کر دیتا تھا۔ ان کھانوں کو نوجوان طعام خانے کے دروازے تک لاتے تھے، ان کے آگے آگے نوکر ہوتے تھے اور ان سب کے پیچھے ناظم مطبخ خانہ چلتا تھا۔ اور دروازے پر خواجہ سرا اُن کھانوں کو لے لیتے تھے۔ اور وہ لوگ ان کھانوں کو اُن لڑکیوں کے حوالے کر دیتے تھے جو کھانا کھلانے کی خدمات انجام دیتی تھیں۔

شاہانہ ضیافتوں کے علاوہ اکبر ہمیشہ تنِ تنہا کھانا کھاتا تھا۔ اکبر کوچ پر بیٹھ کر گاؤ تکیئے لگا کر وہ کھانا کھاتا تھا۔

علم وادب کی سرپرستی :

مونسریٹ نے لکھا ہے کہ اعلیٰ خاندان کے یتیم لڑکے لڑکیوں کی تعلیم کا وہ بادشاہ بڑا اہتمام کرتا تھا۔

صنعت وحرفت کی سرپرستی :

اس کے محل سے منسلک شاہی کارخانے بھی تھے وہ صناعوں کی دستکاری کے کاموں کا معائنہ کیا کرتا تھا اور تفریح طبع کے لئے وہ خود بھی دستکاری کا کام کیا کرتا تھا بعض مرتبہ پتھر کی کانوں سے بذاتِ خود وہ پتھر کاٹ کر نکالا کرتا تھا۔

بادشاہ کی کبوتریں :

اکبر محل میں کبوتریں رکھتا تھا اور ان کی دیکھ بھال خواجہ سرا اور لونڈیاں کرتی تھیں اشاروں پر وہ کبوتریں اڑ جاتی تھیں اور ہوا میں طرح طرح کے کرتب دکھاتی تھیں۔

مذہبی عقائد :

مونسریٹ نے لکھا ہے کہ اکبر نے ایک مرتبہ پیغمبر اسلام کو "ایک بدمعاش اور مکّار کہا تھا"۔ دوسری ایک جگہ اس نے لکھا ہے کہ "اکبر برملا یہ کہا کرتا تھا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔

ور دین محمدی کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا ہے۔" وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ وہ ایک ایسے فرقے کا پیرو ہے جو ایک ایسے خدا کی عبادت کرتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور حقیقی لگن سے اس کی تلاش کرتا ہے۔ سچائی کے علم کے مقابلے میں وہ بیویوں، بچوں، خزانوں اور سلطنت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا ہے۔ اس طرح بادشاہ نے صوفی فرقے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

دوسرے ایک موقع پر فادر مونسریٹ نے شیخ کبور کا ذکر کیا ہے جسے وہ "ایک ملعون شخص" کی حیثیت سے یاد کرتا ہے۔ شیخ کے سلسلے کا ذکر کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہے۔ "لذت پسندوں کے اس مقتدر کے بے شمار مرید اور مداح ہیں جن میں بہت سے شہزادے بھی شامل ہیں۔ یہاں تک کہ جلال الدین بھی بذات خود شامل ہے۔"

وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اکبر کے پاس ایک سفید خیمہ تھا جو کابل کے سفر کے دوران شاہی صدر مقاموں کے احاطوں میں نصب کیا جاتا تھا جہاں وہ نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ لیکن واپسی کے سفر میں" وہ ایسا ظاہر کرتا تھا کہ اب وہ یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ اب وہ خیمہ نہیں نصب کیا جاتا۔"

فادر نے بالناتھ کی سمادھی پر اکبر کے جانے کا ذکر کیا ہے۔ اکبر کو اس مقام تک لے جایا گیا تھا جہاں بالناتھ رہتا تھا۔ "ننگے پاؤں اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ جاکر اس نے اس مقام اور اس پیغمبر کو عزت بخشی۔"

شہزادوں اور شہزادیوں کی تعلیم:

فارس (ایران) کے ضابطے کے مطابق شہزادوں کی تعلیم دینے کا کام عالموں کے سپرد کیا جاتا تھا۔ مغلوں کا بھی یہی دستور تھا کہ جب کسی شہزادے کی مکتب نشینی کی رسم ادا کی جاتی تھی تو اس موقع پر شاہ وقت معلم اور اتالیق کو سونے کا ایک سکہ بطور نذر پیش کیا کرتا تھا۔ جب فادر کو شہزادہ مراد کا اتالیق مقرر کیا گیا تھا تو اکبر نے اس کی خدمت میں سونے کا ایک سکہ پیش کیا تھا لیکن سچے ایک یسوعی ہونے کی وجہ

سے اس نے اس نذر کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اکبر نے فادر مونسریٹ کو اپنے بیٹے کو سزا دینے کی بھی اجازت دیدی تھی۔ اس شہزادے کو ہتھیاروں کے چلانے گھوڑے کی سواری اور تیر اندازی کے فنون کی تعلیم دینے کے لئے دوسرے ماہرین مقرر کئے گئے تھے۔

شہزادیوں کی تعلیم کی طرف بہت توجہ دی جاتی تھی۔ شادی شدہ عورتیں انہیں دوسرے فنون کے ساتھ ساتھ لکھنا پڑھنا سکھاتی تھیں۔ دوسرے مردوں کی نظروں سے بچانے کے لئے انہیں "سخت پردے" کے اندر رکھا جاتا تھا۔

مغل فوج اور فوجی پڑاؤ

مغلوں کا فوجی پڑاؤ:

ہمیشہ ایک منصوبے کے تحت مغلوں کا لشکری پڑاؤ عمل میں آتا ہے۔ اگر کوئی شخص چند دنوں اس پڑاؤ میں قیام کرتا تو بڑی آسانی سے وہاں کی جغرافیائی حالت کا علم حاصل کر سکتا تھا۔ "پیش خانہ" خوشگوار کھلے ایک میدان میں نصب کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کے خیمے کی داہنی سمت بادشاہ کے بڑے بیٹے اور اس کے ہمرکاب امیروں کے خیمے نصب کئے جاتے تھے۔ اس خیمے کی بائیں سمت اس کے دوسرے بیٹے اور اس کی سرکار کے امیروں کے خیمے لگائے جاتے تھے۔ دوسری قطار میں دوسرے شہزادوں کے خیمے نصب کئے جاتے تھے۔ اتفاقاً اگر کوئی شہزادہ بادشاہ کے ہمراہ نہ ہوتا تو بادشاہ کے خیمے کے دائیں بائیں اعلیٰ امیروں کے خیمے نصب کئے جاتے تھے۔

"ظاہری وضع قطع اور جسامت میں مساوی" بادشاہ کے دو پیش خیمے ہوتے تھے"۔ ایک اس کے قیام کے لئے نصب کیا جاتا تھا اور دوسرا آگے کی منزل کے لئے بھیج دیا جاتا تھا۔ پردے دیواروں کا کام دیتے تھے۔ شاہی خیمے کے دروازے کے سامنے اونچے ایک مستول کی چوٹی پر ایک مشعل راہ گیروں کی رہنمائی کے لئے روشن کی جاتی تھی۔ اگر رات کو کوئی شور و غل ہوتا تو لوگ دوڑ کر اس طرف جاتے تھے۔

بادشاہ، اس کے بیٹوں، ان کے امیروں اور دوسرے شہزادوں کے خیموں کی پشت پر بقیہ افواج کے خیمے "جہاں تک ممکن ہوتا ان کے افسروں کے خیموں کے قریب" یکجا نصب کئے جاتے تھے۔ بھیڑ بھاڑ سے بچنے کے لئے ان کو" فوجی ٹولیوں" میں تقسیم کردیا جاتا تھا۔ ان کے درباری فوجی عہدہ داروں کے خیموں کے قریب بادشاہ، شہزادوں اور امیروں کے لئے علیحدہ علیحدہ بازاروں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ان بازاروں کو اردو کہا جاتا تھا۔

اگلی منزل میں خیمہ لگانے کے موقع پر" توپ خانے کی فوج شاہی پیش خانہ کے دروازے کے سامنے کھلے ایک میدان میں ٹھہرائی جاتی تھی۔" اور مہم سے افواج کی واپسی کے وقت توپ خانے کی فوج پیش خانے کے عقب میں یکجا جمع کی جاتی تھی۔

کوچ کے موقع پر فوج کی ترتیب!

سلطنت کی سرحدوں کے اندر فوج جنگی صف بندی کے ضابطے کے مطابق آگے نہیں بڑھتی تھی، سوائے چند ان فوجیوں کے جنہیں اس دن بطور محافظ دستے کے تعینات کیا جاتا تھا۔ بقیہ شاہی ملازم اور پیدل فوج کے ساتھ مل کر یہ محافظ دستے قطار بنا کر چلتے تھے۔ جب بادشاہ پڑاؤ کرتا تھا تو اس موقع پر پیش خیمے کے سامنے دونوں طرف دوسو قدم کی دوری تک سیدھی قطار باندھ کر شاہی فوج اس کا خیرمقدم کرتی تھی۔ ایک طرف ہاتھی کھڑے کئے جاتے تھے جنہیں پھینک کر مارنے والے ہتھیاروں سے زخمی ہونے سے بچانے کے لئے ہتھیار بند فوج بڑی چوکسی سے ان کی حفاظت کرتی تھی دوسری طرف تیر انداز گھوڑ سوار، کان کنی کے مزدور اور ہلکے ہتھیاروں سے لیس افواج ہوتی تھی۔ کیونکہ مغلوں کی سرکار میں سواروں کے رسالوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ ان کے سامنے سے جب بادشاہ گذرتا تھا تو ان میں سے ہر ایک اسے آداب بجالاتا تھا۔ سفر کے موقع پر بادشاہ کے جلو میں پہلے سواروں کے دستے اور ان کے بعد ہاتھی چلتے تھے۔ ایک فرد کے علاوہ بقیہ لوگ خاموش رہتے تھے، جو دس قدم چلنے کے تھوڑے وقفے کے بعد آہستہ اور پر عظمت انداز سے نقارہ بجاتا تھا۔ مخبروں کے گھوڑ سوار دستے آگے آگے چلتے تھے اور جو کوئی شخص ان کے سامنے

آجاتا تو وہ اسے بھگا دیتے تھے۔

کوچ کے وقت شاہی حرم:

خوشگوار انداز میں مرصع ہودوں میں باپردہ بیٹھ کر شاہی بیگمات ہتھنیوں پر سفر کیا کرتی تھیں" باوقار اور باعظمت حلیہ کے معمر ۵۰۰ آدمی کی نگرانی اور تحفظ کے لئے مقرر ہوتے تھے" اس راستے میں ایسی احتیاط سے کام لیا جاتا کہ جو لوگ اس راستے میں آجاتے تو انھیں بہت دور تک کھدیڑ دیا جاتا۔ ان بیگمات کی خادمائیں بلا پردہ اپنی بیگمات کی سواری کے پیچھے اونٹوں پر سفر کرتی تھیں۔

باربرداری اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سامان لے جانے کا طریقہ:

خزانے کی نگرانی کے لئے باقاعدہ محافظ دستے مقرر کئے جاتے تھے۔ اور ہاتھیوں اور اونٹوں پر لاد کر خزانہ لے جایا کرتے تھے۔ توپوں اور دوسرے سامانوں کو لے جانے کے لئے دو پہیوں کی گاڑیاں استعمال کی جاتی تھیں۔ سامان کے لے جانے کے لئے ہتھنیوں کو بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ ہاتھیوں کو جنگ کے لئے محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ دفاعی فوجی دستے ان ہاتھیوں کی نگرانی کرتے تھے۔ ان میں سے بعض ہاتھیوں کو بندوقیں لیجانے کی تربیت دی جاتی تھی۔ لہٰذا جب بندوقیں چلائی جاتی تھیں تو یہ جانور ذرا سا بھی خوفزدہ نہ ہوتے تھے۔

کوچ کے فاصلے کی پیمائش:

ایک دن میں سفر کے دوران جتنا فاصلہ طے کیا جاتا تھا اسکی پیمائش مخصوص ایک عہدہ دار کیا کرتا تھا جو اس کام کے لئے تعینات کیا جاتا تھا۔ اس پیمائش کے لئے دس فٹ کا ایک ڈنڈا استعمال کیا جاتا تھا۔ جیسے ہی بادشاہ سفر پر روانہ ہوتا تھا تو شاہی پیش خیمے سے وہ ناپنا شروع کرتے تھے۔ اور زمین کی پیمائش کرنے کے لئے بھی یہ ضابطہ

سودمند تھا۔ مونسریٹ نے لکھا ہے کہ "دس فٹ کے اس ڈنڈے کی دوسو فٹ لمبائی ایک کوس یا کروہ کے برابر ہوتی ہے جو دو میلوں کے برابر ہے"۔

فوج کے کھانے پینے کا سامان:

فوج کے لئے کھانے پینے کا سامان چاروں طرف کے شہروں کے علاوہ دیہاتوں سے بھی فراہم کیا جاتا تھا۔ غلہ سستا تھا۔ یہاں تک کہ حزب مخالف کے ملک میں بھی خورد و نوش کے سامان کی قلت نہ ہوتی تھی"۔

شاہی سفر مینا:

اس موقع پر افواج کو کام کرنے والے مزدوروں کی کمی کا سامنا کبھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔ جہاں تک ممکن ہوتا تھا وہ لوگ راستے کو ہموار کرتے چلتے تھے۔ اکبر نے جب کابل کے لئے سفر کیا تھا تو وہ لوگ علیحدہ ایک افسر کے زیر نگراں تھے۔ محمد قاسم خاں سڑکیں بنانے کے لئے خشک کنکری زمین کے مقابلے میں پہاڑی دلدلی گھاٹی پسند کیا کرتا تھا۔

افواج کا ندیاں پار کرنا:

فوج کو ندی پار اتارنے کے لئے کشتیوں کو آپس میں رسیّوں سے باندھ دیا جاتا تھا۔ ان میں کاٹ کر درخت، جھاڑیاں اور گھاس پھوس ڈالدی جاتی تھی تاکہ فوج ان پر سے گذر سکے۔ صرف ایک قسم کی فوج اور بار برداری کی گاڑی کو ایک وقت میں ان پر سے ہوکر جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ گھوڑسوار، پیدل، بار برداری کے جانور اور ان کے جھنڈ ایک قطار میں اور علیحدہ علیحدہ اس پار جاتے تھے۔ نگراں عہدہ داروں کے لئے ندی کے قریب ایک چوکی قائم کی جاتی تھی جو پل پر سے جانے والی سواریوں کی نگرانی کرتے تھے۔ ان پلوں سے ہوکر ہاتھیوں کے لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔

کالے پرچم: جب عزیز خاں کوکا کو دربار میں طلب کیا گیا اور اُسے بنگال بھیجا گیا

تو اس موقع پر اس کے ساتھ کالے پرچم تھے جو جنگ سے موت تک کے نشان تھے۔" ان جھنڈوں کا استعمال تیمور لنگ جنگ کے موقع پر کیا کرتا تھا۔ وہ شاہ مغلیہ کے جد امجد تھے ۱۔

دربار اور ضابطے

معتمدین دربار کی روئیداد قلم بند کیا کرتے تھے:

روزانہ کی روئیداد قلم بند کرنے کے لئے اکبر نے چار، پانچ سیکریٹری مقرر کئے تھے جو کام وہاں ہوتا تھا، اقدام اٹھائے جاتے تھے اور احکامات جاری ہوتے تھے وہ، وہ لوگ ان سب باتوں کو قلم بند کر لیتے تھے؛" مونسریٹ نے لکھا ہے۔ مزید برآں اس نے لکھا ہے کہ وہ لوگ بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے اس کے الفاظ لکھ لیتے تھے اور اس کے حکم کا کوئی لفظ نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ محافظ دستے دن رات اپنے فرائض انجام دیتے تھے اور بادشاہ کی طرف سے انہیں راشن دیا جاتا تھا۔

نوروز کا جشن، مارچ ۱۵۸۲ء:

مونسریٹ نے اس جشن کو" نو دنوں کے جشن" کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس موقع پر محل کی دیواروں اور دالانوں کو بالخصوص سنہری اور ریشمی پردوں سے سجایا جاتا تھا۔ کھیلوں کا اہتمام کیا جاتا تھا اور روزانہ کھیل تماشے ہوتے تھے۔ اکبر بذات خود سنہری تخت پر جلوہ افروز ہوتا اور اپنا تاج اور شاہی تمغے پہنتا تھا۔ اپنے سرداروں کو انعامات تقسیم کرتا تھا۔ احکامات جاری ہوتے تھے۔ وہ ان سب لوگوں کو خوش آمدید کہتا تھا۔ جو اس جشن کو دیکھنے آتے تھے۔ اس خاص موقع پر رقاصاؤں کی ایک جماعت رقص کے ذریعہ بادشاہ کو محظوظ کیا کرتی تھی۔ عورتوں کو محل میں آنے اور وہاں کے شاندار لوازمات اور ساز و سامان دیکھنے کی اجازت ہوتی تھی۔

سرکاری خزانہ میں تبادلۂ زر: شاہی خزانوں کے ناظرین اور" زر شمار کنندہ"

کے علاوہ ملک میں تبادلۂ زر کرنے والوں اور ساہوکاروں کو لین دین کا کاروبار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ صرف سرکاری خزانوں میں ہی سونے کے سکوں کو چاندی اور تانبے کے سکوں میں بدلا جا سکتا تھا۔ ان کے منصب کے مطابق سرکاری ملازمین کو سونے، چاندی اور تانبے کے سکوں میں ان کی تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں۔ اگر انھیں ان کے علاوہ دوسرے سکوں کی ضرورت ہوتی تو انھیں وہ سکے صرف شاہی خزانوں سے مل سکتے تھے اس کاروبار سے سرکار کو بہت منافع ہوتا تھا۔

حکومت کی اجازت کے بنا گھوڑوں کی خرید فروخت پر پابندی:

ایک قانون کے ذریعہ حکومت نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ بادشاہ یا اس کے کارندوں کی اجازت کے بنا کوئی شخص گھوڑے فروخت نہیں کر سکتا تھا۔ بالعموم گھوڑے نیلام کیے جاتے تھے اور تمام اچھے گھوڑے بادشاہ خود خرید لیتا تھا۔ قیمت کی عدم ادائیگی کے بارے میں شبہ کو رفع کرنے کے لئے عوام کے سامنے روپے گنے جاتے تھے۔ فروخت کنندہ کو اسی جگہ گھوڑوں کی قیمت طلائی سکوں میں ادا کر دی جاتی تھی۔

عدل وانصاف:-

قانون شکنی کے معاملوں میں اکبر بڑی سختی سے کام لیتا تھا۔ اور ہر ایک فرد اس کی سختی کی وجہ سے خوف زدہ رہتا تھا۔ تمام سنگین اور مالی مقدموں کی وہ بذات خود سماعت کیا کرتا تھا۔ "لہذا جن مقدموں کا وہ بذات خود منصف ہوتا ہے تو اس کے حکم کے مطابق ملزموں کو اس وقت تک سزا نہیں دی جاتی ہے جب تک کہ وہ تیسری مرتبہ سزا دینے کا حکم صادر نہیں کرتا ہے۔"

سزائیں:

جو لوگ فوجداری یا سنگین جرموں کا ارتکاب کرتے تھے انھیں یا تو ہاتھیوں کے پیروں کے نیچے کچل دیا جاتا تھا یا ان کے جسم میں میخیں ٹھکوا کر ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ یا

انھیں پھانسی دیدی جاتی تھی۔ عورتوں کو اغوا کرنے والوں یا زانیوں کو ... دیا جاتا تھا یا انھیں سولی پر چڑھا دیا جاتا تھا یا انھیں چمڑے کے کوڑوں سے پٹوایا جاتا تھا۔ کسی قسم کا باہری دباؤ زانیوں کو نہیں بچا سکتا تھا۔ معمولی مجرموں کو زیر نگرانی رکھا جاتا تھا لیکن قید میں نہیں ڈالا جاتا تھا۔ شہزادوں کو سزا دے کر گوالیار بھیج دیا جاتا تھا۔ امیروں کے طبقے کے مجرموں کو سزا دینے کے لئے انھیں امیروں کے ہی حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ارزال طبقے کے لوگوں کو یا تو فوجی مراسلے لے جانے والے سوار کے نگراں یا جلّاد کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔

سزائیں اور آلات :

سزائیں دینے کے آلات یہ تھے۔ چمڑے کے کوڑے، کمانوں کی تانت جس میں تانبے کی نوکیلی مینیں جڑی ہوئی تھیں، سر کچلنے یا جسم کے عضوؤں کو چور چور کرنے کے لئے لکڑی کا ایک چکنا لٹھا، کوڑے، ایسی چھوٹی گیندیں جن میں کانسے کے تیز کانٹے جڑے ہوتے تھے، زنجیریں، بیڑیاں، ہتھکڑیاں وغیرہ۔ عوام کو دکھانے کے لئے ان آلات کو محل کے دروازے پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ ان کی نگرانی جلّاد کیا کرتا تھا۔

پانی کی گھڑیاں اور گھڑیال :

اس کام کے لئے اردلی مقرر کئے جاتے تھے۔ کانسے کے گھڑیالوں کو بجا کر دن یا رات کے گھنٹوں کے گذرنے کا اعلان کیا جاتا تھا۔ وہ لوگ پانی کی گھڑی کی مدد سے وقت کا اندازہ لگاتے تھے۔ مونسریٹ نے لکھا ہے "پانی کی گھڑیاں ایک کانسے کے برتن کی ہوتی ہیں جن میں پانی بھر دیا جاتا ہے۔ ایسی جسامت کا ایک مخروطی خول ہوتا ہے۔ اس کی تہ میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ پانی بھرنے میں ۱۵ منٹ لگتے ہیں۔ اس خول کا پانی اس رفتار سے ٹپکتا ہے کہ اس برتن کے بھرنے میں پندرہ منٹ لگتے ہیں۔ پانی سے بھرے اس کانسے کے مخروطی خول کو اس برتن کے اوپری سرے پر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ پانی اس میں سے ہو کر بہہ کر اس کی تہ میں چلا جاتا ہے۔ جب وہ مخروطی خول پوری طرح بھر جاتا ہے تو وہ پانی بیٹھنے لگتا

ہے اور اس طرح یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ پندرہ منٹ گذر گئے ہیں۔

ہرکارے:

سرکاری مراسلات ہرکارے لے جایا کرتے تھے۔ وہ ایک دن میں دوڑ کر اتنا فاصلہ طے کر لیتے تھے جتنا فاصلہ پوری رفتار سے دوڑ کر ایک گھوڑے طے کر سکتا تھا۔ سیسے کے بنے جوتے پہن کر وہ دوڑتے تھے یا وہ اپنے قدموں یا پیروں کو بار بار جلا کر ایسے دوڑتے تھے کہ وہ ان کے لیے چھوٹے لگتے تھے۔

(۳) عوام

بالعموم لوگ مسلح رہتے تھے:

جیسا کہ مصنف کے بیان سے واضح ہوتا ہے ہندوستان کے لوگ پوری طرح مسلح رہا کرتے تھے کیونکہ انگریزی سفارت کے لوگ جب فتح پور پہونچے تو وہاں کے لوگ انھیں حیرت سے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے کہ "یہ غیر مسلح اجنبی لوگ کون ہو سکتے ہیں۔"

گھکڑ لوگ:

وہ لوگ مسلمان تھے اور اپنی عادتوں اور طور طریقوں کے لحاظ سے بدنام تھے۔ وہ لوگ راستوں میں آنے جانے والے مسافروں کی گھات میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی شخص ان کے ہاتھ لگ جاتا تھا تو وہ اسے پکڑ لیتے تھے۔ اس کا سر مونڈ دیتے تھے اسے لولا کر دیتے تھے اور ایران لے جا کر ایک غلام کی حیثیت سے اسے فروخت کر دیتے تھے۔ بال منڈولتے وقت اگر اس قبیلے کا کوئی دوسرا فرد وہاں آجاتا تو اسے بھی مال غنیمہ میں حصہ دار بنا لیتے تھے۔

جلال آباد کے باشندے:

مغل لوگ انھیں افغان کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ان کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ ان کے ملک میں باربرداری کے جانوروں اور کشتیوں کی کمی تھی، خشکی میں وہ لوگ ...

بذات خود اٹھا کرلے جاتے تھے۔ رسیوں کے پھندوں میں باندھ کر وہ لوگ اس سامان کو اپنی پیٹھ پر لاد لیتے تھے۔ اپنی باہوں میں ان رسیوں کو اس طرح ڈال لیتے تھے۔ جیسے کہ چار آئینہ پہنا جاتا ہے۔" وہ لوگ سیدھے چلتے تھے حالانکہ ان پر وہ بھاری بوجھ لدا ہوتا تھا۔ بیلوں کی ایسی کھالوں کے ذریعہ جن میں چکنائی یا روغن لگا ہوتا تھا، وہ اپنا سامان ندی کے پار اتارتے تھے۔ غلہ یا سبزیوں کو ان کھالوں میں بھر کر اور ندی کے بہاؤ کی سمت اچھی طرح تیر کر وہ اس سامان کو اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ وہ تنگ لباس پہنا کرتے تھے جو ٹخنوں تک لٹکا ہوتا تھا۔ انھیں گانے سے بڑی دلچسپی تھی اور بانسری کے ذریعہ دل آویز گیت گایا کرتے تھے۔

سورت کے پارسی باشندے: وہ لوگ سفید رنگ کے کپڑے زیب تن کیا کرتے تھے اور دماغی اور جسمانی خصائص کے لحاظ سے بظاہر وہ یہودیوں کے مشابہ تھے۔ وہ لوگ بہت جفاکش تھے۔ وہ ختنہ کرواتے تھے۔ ان کی پوشاک سوتی، سنئی یا ململ کے کپڑے کا بنا ہوتا تھا اور جانگھوں تک لٹکا ہوتا تھا۔ اس کے دونوں کناروں کو آپس میں ملا دیا جاتا تھا اور سروں کو ملا کر سی دئے جاتے تھے۔ اس پوشاک سے سر ڈھک جاتا تھا اور اس کے کناروں کو ملا کر چھاتی پر باندھ دیا جاتا تھا۔ تقریباً ایک چار انچ چوکور جگہ چھوڑ دی جاتی تھی۔ ان کے قانون کے مطابق اس خالی جگہ میں کسی چیز کا رکھنا ممنوع تھا۔ وہ لوگ اپنے لباسوں کے چاروں طرف اون کی بنی ایک ڈوری کس لیتے تھے۔ وہ ڈوری اتنی لمبی ہوتی تھی کہ کمر میں کئی مرتبہ لپیٹ لی جاتی تھی۔

ان کی خوراک دودھ، گھی، روغن، سبزی، دال اور پھل وغیرہ پر مشتمل تھی۔ وہ لوگ شراب نہیں پیتے تھے۔

اپنے تہواروں کے دنوں میں وہ لوگ صبح سویرے بلند آواز سے عبادت کیا کرتے تھے ان کا اپنا مذہبی صحیفہ تھا۔

قسم کھانے کے ان کے طریقے کا مونسریٹ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"اگر انھیں قسم کھا کر کسی بیان کی تصدیق کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا تو وہ جلتے

ہوئے لکڑی کے انگاروں پر پیشاب کرتے ہیں جسے وہ لوگ قسم کھانے کا متبرک طریقہ سمجھتے ہیں۔ اگر وہ اس بات سے انکار کرتے تھے تو "ان کی حلف کا یقین نہیں کیا جاتا تھا"

اپنی مرضی کے مطابق وہ لوگ اپنی بیبیوں کو طلاق دے سکتے تھے " وہ لوگ بدچلن عورتوں کی ناک کاٹ لیا کرتے تھے اور انہیں طوائف کا پیشہ اختیار کرنے کی اجازت دے دیتے تھے۔

اگر وہ لوگ کسی نعش کو چھو لیتے تھے تو وہ خود کو ناپاک سمجھنے لگتے تھے۔ اپنے مردوں کو وہ لوگ اپنے کندھوں پر نہیں لے جاتے تھے بلکہ ان کے پیروں کو ملا کر باندھ دیتے اور نعش کو زمین پر چت لٹا کر گھسیٹ کر لے جاتے۔ اپنے مردوں کو نہ تو وہ دفن کرتے اور نہ ہی جلاتے، بلکہ ایک چار دیواری کے اندر رکھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ گھر میں جو پانی باقی رہ جاتا اسے وہ بہا دیتے تھے۔ متوفی کی چھوڑی ہوئی کسی چیز کو خاندان کے کسی فرد کو استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

اگر ان پر کوئی آفت ٹوٹ پڑتی تو وہ ہیبت انگیز طریقے سے خودکشی کر لیا کرتے تھے۔

مذہبی عقائد اور توہمات

شیخ کپور کا سلسلہ:

فادر مونسریٹ نے شیخ کو "عیش پرستوں کے سربراہ" اور ملعون ایک شخص" کی حیثیت سے یاد کیا ہے۔ گوالیار میں واقع ایک مشہور فقیر کے مزار کو دیکھنے گیا تھا جہاں اس نے دیکھا کہ اس کے تیس پیر داس مزار کی نگرانی کرتے تھے۔" وہ لوگ پیاز، لہسن، یا اسی طرح کی کوئی دوسری چیز نہیں کھاتے تھے۔ اور یہاں تک کہ وہ لوگ پھلوں سے بھی پرہیز کیا کرتے تھے۔ خاص طور پر وہ لوگ اس بات کا لحاظ رکھتے تھے کہ وہ ایسا کوئی تیل نہ کھائیں جو افیون کھانے یا بھنگ پینے کے بعد ضرر رساں ثابت ہو۔ وہ لوگ صرف دال اور میٹھی چیزیں کھاتے ہیں۔

بذاتِ خود بادشاہ اور اس کے بہت سے امیروں کا اس کے پیروؤں میں شمار ہوتا تھا۔

متھرا کی ایک زیارتگاہ اور نہانے کی رسم:

وہاں کے بہت سے مندروں میں سے مسلمانوں نے صرف ایک مندر باقی چھوڑا ہے۔ یہ جمنا ندی کے کنارے پر واقع تھا۔ اپنے دیوتا کی پوجا کرنے کے لئے وہاں بڑی تعداد میں زائرین جمع ہوا کرتے تھے۔ ان زائرین کو اس وقت تک مندر میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا تھا" جب تک مرد اپنی داڑھیاں اور سر کے بال اور عورتیں اپنے سر کے بال اور بھنویں نہ منڈوالیں۔ حجام زائرین کے بال بڑی تیزی سے مونڈتے تھے۔ زائرین ندی میں کمر تک پانی میں جاکر کھڑے ہوجاتے تھے۔ مرد اور عورتیں ساتھ ساتھ نہاتے تھے لیکن اس موقع پر حیا و شرم کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا"

متھرا کے نزدیک بندر!

متھرا سے چھ کوس کی دوری پر واقع ایک زیارتگاہ کے بندروں کے ڈسپلن کا مونسریٹ نے ذکر کیا ہے۔ ایک گھنٹے کے بجنے کی آواز سنکر وہ بندر اسلحات اٹھالیا کرتے تھے اور دو جماعتوں میں منقسم ہوکر آپس میں لڑنے لگتے تھے اور ایک جنگ کا منظر پیش کیا کرتے تھے۔ دوبارہ جب وہ گھنٹا بجتا تو وہ اپنے ہتھیاروں کو رکھ دیتے

[illegible] ادران کا سلسلہ:

[illegible] پہاڑی میں پایا جاتا تھا۔ اس سلسلے [illegible]
[illegible] دار کو ایک مخصوص قسم کے [illegible]
[illegible] خدمت کرنی پڑتی تھی۔ جیسے [illegible]
[illegible] مدت میں [illegible]
[illegible]

پیروں تک لٹکا ہوتا تھا اور اس کا رنگ گیروا ہوتا تھا، عطا کیا جاتا تھا۔ امیدواروں کو اس بات کا وعدہ کرنا پڑتا تھا کہ وہ خود کو پاک صاف رکھیں گے۔ اور پرہیز گاری پر عمل کریں گے۔ ان سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ اس سلسلے کے قواعد کی خلاف ورزی نہ کریں گے اگر ان سے کوئی "غیر مناسب حرکت سرزد ہو جاتی تھی تو انھیں برطرف کر دیا جاتا تھا۔ انھیں اس بات کی اجازت نہ دی جاتی تھی کہ وہ جہاں چاہیں جائیں اور گداگری کی زندگی بسر کریں۔

ان کے سربراہ کا انتخاب ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ اسی مقام پر رہتا تھا۔ اس کی مدد کے لئے معمر لوگوں پر مشتمل ایک مجلس مشاورت ہوتی تھی جو موجودہ سربراہ کے انتقال پر دوسرے سربراہ کا انتخاب کرتی تھی۔ ایک سربراہ کے مرتبے کی نشاندہی اس فیتے سے ہوتی تھی جس میں ساڑھے چھ ریشمی تسمے لٹکے ہوتے تھے۔

صبح سویرے مشرق کی طرف رخ کرکے بانسریوں اور سنکھ کو بجا کر سورج کے نکلنے کا وہ آگ خیر مقدم کرتے تھے اور شام کے وقت یہی عمل وہ لوگ مغرب کی طرف منہ کرکے کیا کرتے تھے۔ جب وہ کھانا کھا چکتے تھے تو خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ اشیائے خوردنی اور لوگوں سے ملنے جلنے کے بارے میں ان پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ کی جاتی تھی۔ ان میں دو گروہ تھے ایک شادی شدہ اور دوسرا غیر شادی شدہ۔ ان کی زیارت گاہ کے چاروں طرف دو قبیح غاروں میں ننگے بہت سے سادھو پائے جاتے تھے۔

اکبر کو اس مقام پر لے جایا گیا تھا جہاں بال ناتھ رہتا تھا "ننگے پیر اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ وہاں جا کر اس نے اس مقام کو عزت بخشی۔

رسم ستی:

رسم ستی کے بارے میں مونسریٹ نے بعض دلچسپ باتیں لکھی ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ ستی ہونے والی عورتوں کو منشیات کے ذریعہ کم و بیش بے ہوش کر دیا جاتا تھا تاکہ انھیں تکلیف محسوس نہ ہو۔ بعض مرتبہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تیزی سے یہ اعلان کرتے ہوئے، منتر پڑھتے ہوئے اور وعدے کرتے ہوئے انھیں چتا کے لئے لے جایا جاتا تھا۔ اگر ستی ہونے والی خواتین

پس و پیش کرتیں تو انھیں زبردستی آگ میں جھونک دیا جاتا تھا اور اگر وہ باہر نکلنے کی کوشش کرتیں تو ڈنڈوں اور بھالوں کے ذریعہ انھیں روکا جاتا اور باہر نہ نکلنے دیتے تھے۔

آخری روانگی؛

اجین میں مونسریٹ نے ایسے ایک بوڑھے ہندو کی ارتھی کا منظر دیکھا تھا جس کا وہ لوگ احترام کرتے تھے۔ اس کی ارتھی پر جاذب نظر رنگ سازی اور ملمع کاری کی گئی تھی اور "اس ارتھی کو اتنے بڑے اہتمام کے ساتھ لے جایا گیا تھا کہ راستے کے ایک ایک تنکے کو صاف کر دیا گیا تھا۔ ارتھی کے چاروں طرف لوبان اور اگربتیاں جل رہی تھیں۔

رتھ سپتنی نامی تہوار:

سورت سے منڈو کے لئے سفر کے دوران مونسریٹ تاپتی ندی کے کنارے ٹھہرا تھا جہاں اسے اس تہوار کے دیکھنے کا موقع ملا تھا جس کا ذکر اس نے اپنے سفر نامے میں کیا ہے۔ ایک ناریل کا کھوپڑا چھیل کر باہر نکالا گیا اور اس میں تیل بھر دیا گیا۔ اس میں ایک فتیلہ ڈال دیا گیا۔ اور اسے جلا دیا گیا۔ کپڑے اتار کر سر پر چراغ رکھ کر عقیدت مند لوگ ندی میں گھس گئے۔ اس کے بعد وہ پانی میں یہاں تک گھستے گئے کہ وہ چراغ پانی کی سطح پر تیرنے لگے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ" اس تہوار کو ہندو لوگ ستمیا کہتے ہیں کیونکہ یہ تہوار ہندوؤں کی جنتری کے مطابق گیارہویں مہینے میں چاند کی سات تاریخ کو منایا جاتا ہے:

ناروا رمیں محرم:

مونسریٹ نے اس تہوار کو" ۹ دنوں کے جشن" کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس زمانے میں [illegible] اس تہوار کو نو دن منایا کرتے تھے۔ اس زمانے میں وہ صرف دال کھا کر گذر کرتے [illegible] ایک پنڈال کے اندر سے وہ مرثیے پڑھا کرتے تھے اور" ان کے الفاظ [illegible] [illegible] کر دیتے تھے کہ وہ رونا دھونا اور ماتم کرنے لگتے

آخری دن تعزیے کھڑے کئے جاتے تھے اور یکے بعد دیگرے انھیں جلادیا جاتا تھا ان جلتے ہوئے تعزیوں پر لوگ کود پڑتے تھے اور اپنے پیروں سے جلتی ہوئی راکھ کو بکھیر دیا کرتے تھے۔ اس موقع وہ "حسن وحسین" کے نام لے کر نعرے لگایا کرتے تھے۔

نادار میں ہولی کا جشن :

پندرہ دنوں تک آپس میں ایک دوسرے پر دھول ڈالنے کی ہندوؤں کو آزادی ہوتی تھی۔ وہ دوسرے لوگوں پر کیچڑ پھینکتے تھے اور پچکاریوں سے لال رنگ پھینکا جاتا تھا۔ پندرھویں دن وہ لوگ دیوتا اور لوا کا درخت پیڑ ہاتے تھے اور اس کے سامنے چڑھاوے پیش کرتے تھے۔ اپنے گھروں کے سامنے تہواروں میں وہ لوگ لکڑی کے ڈھیر لگاتے تھے اور آدھی رات کے بعد اس کے چاروں طرف رقص کرتے، گانا گاتے اور آخر میں اس درخت کو جلا کر خاکستر کر دیتے۔

(۵) متفرقات

شہزادہ مراد کی جوانمردی :

جب یہ واقعہ پیش آیا تھا تو اس زمانے میں اس شہزادے کی عمر بارہ برس تھی۔ منسریٹ کا بیان ہے کہ حکیم (مرزا محمد) کے حامیوں نے اسے اس درجہ بے بس کر دیا تھا کہ اس کے رفقا اس کا ساتھ چھوڑنے لگے تھے۔ جب اس نے انھیں فرار ہوتے دیکھا تو وہ اپنی سواری سے نیچے اتر آیا، ایک بھالا ہاتھ میں لے لیا اور یہ اعلان کیا کہ چاہے دشمن کی ساری فوج اس پر حملہ کرے اور ہتھ گولوں سے اس پر وار کرے، وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ٹس سے مس نہ ہوگا۔ لیکن اگر زندگی نے اس کا ساتھ دیا تو وہ اُن لوگوں کو یاد رکھے گا جو اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اپنے عہدوں پر ان کے واپس آنے کے لئے یہ اعلان بہت مؤثر ثابت ہوا۔